ĪQĀN- Vol: 03, Issue: 02, Jun-2021
DOI: 10.36755/iqan1032.2021-PP: 163-188

OPEN ACCESS
ĪQĀN
pISSN: 2617-3336
eISSN: 2617-3700
www.iqan.com.pk

اراضی وجاگیر کی تقسیم میں نبی کریم ﷺ کا طریقہ کار: کتبِ اموال کی مباحث اور عصری اطلاقات

The Method of the Holy Prophet in the Distribution of Lands and Estates: Discussions and Modern Applications from Books of Amwāl

***Hafiz Naeem Hafeez,** < hafiznaeemhafeez@gmail.com>
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
****Dr. Ihsan al-Rehman Ghauri,** < ihsan.is@pu.edu.pk >
Associate Professor, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

Version of Record
Received: 12-Mar-21; **Accepted**: 01-Jun-21; **Online/Print**: 30-Jun-21

ABSTRACT
This study aims at analyzing those instances and traditions of the holy prophet (PBUH) which have been narrated in these books written on financial matters and which are not found in other books. Also, this study will help to devise such policies in light of these financial traditions which will be an addition to the subject and feeble economies of the contemporary world. As well, this study will elaborate on how many narrations are there in the books of Amwāl in the early centuries, from which jurisprudential rulings are derived, and how can the economic system be improved by applying them to contemporary states and financial affairs? Also reviewing the historical evolution of books of Amwāl and determining their types and constitutional requirements, proving the Sirah of the Holy Prophet (PBUH) as a source of legislation in financial laws and presenting the precedent from these books, as well as formulation and expansion of financial laws of modern Islamic states. Thus the main purpose of research is to find parables and arguments from the books of Amwāl.
Keywords: *Financial System, Lands and Assets distribution, Amwāl, Early Literature.*

تعارف:

رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا ایک اہم پہلو آپ ﷺ کا صحابہ کرام کو جاگیروں کی عطا ہے اور اکثر کو اراضی کی عطا کے وقت سند کے طور پر مکتوبات لکھوائے جن میں اعطائے جاگیر کا تذکرہ ملتا ہے۔ بلال بن حارث المزنیؓ، فرات بن حیانؓ، ابیض بن حمالؓ، مجاع الیمامہؓ، عیینہ بن حصنؓ، ابو ثعلبہ خشنیؓ اور دیگر ایسی ہستیاں ہیں، جنھیں آپ ﷺ اراضی کے ٹکڑے عطا کیے۔ کچھ صحابہ کرام کو ایسے علاقے عطا کیے جو ابھی فتح ہونا باقی تھے، آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب اُن علاقوں کی فتح ہوئی تو اس متعلقہ صحابی کو زمین کا وہ خطہ یا ٹکڑا عطا کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ جاگیریں الفتِ اسلام اور زمین کو آباد کرنے کے سبب دی تھیں اور ان زمینوں پر کسی مسلمان یا معاہد کا حق نہیں تھا[1]۔ کسی مسلمان یا معاہد کی زمین اس کے حق سے لے لینے کی شدید مذمت بیان ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

> **من ظلم قيد شبر من الارض طوقه من سبع أرضين**[2]
>
> جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے ایسے بہت سارے لوگوں کو جاگیریں عطا فرمائیں جنھوں نے اسلام کی کوئی نمایاں خدمت انجام دی تھی یا دشمن کی سرکوبی کا ذریعہ تھے اور ان حضرات کے لیے بہترین طریقہ یہی تھا، کسی مسلمان یا کسی معاہد کی زمین کو چھین کر کسی کو جاگیر نہیں دی گئی تھی۔ نبی ﷺ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کو جاگیریں دیں۔ حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ نے ایک زمین عطا فرمائی، یہ اسے کاشت میں نہ لا سکے تو انھوں نے حضرت عمرؓ کے دور میں اسے آٹھ ہزار دینار یا آٹھ لاکھ درہم میں فروخت کر دیا[3]۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو عطا:

حضرت تمیم بن اوس داری مشہور صحابی رسول ہیں، آپ 9 ہجری میں ایمان لائے اور سب سے پہلے مسجد میں روشنی کا اہتمام کرنے کا شرف آپؓ کو ہی حاصل ہوا[4]۔ قبیلہ داری کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو دفعہ حاضر ہوا (ایک بار ہجرت سے قبل اور ایک بار ہجرت کے بعد)۔ پہلی مرتبہ انھوں نے آپ ﷺ سے جاگیر (اراضی) کے لیے درخواست کی تو آپ ﷺ نے انھیں ایک چری پارچے پر وثیقہ لکھوا کر عنایت فرمایا:

> **قال عكرمة: لما أسلم تميم الداري، قال: يا رسول الله، إن الله مظهرك على الأرض كلها، فهب لي قريتي من بيت لحم، قال: «هي لك» ، وكتب له بها، فلما استخلف عمر وظهر على الشام، جاء تميم الداري بكتاب النبي صلى الله عليه وسلم، فقال عمر: أنا شاهد ذلك فأعطاها إياه**[5]
>
> حضرت عکرمہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب تمیم داریؓ نے اسلام قبول کیا تو کہا: "یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو تمام ملک پر فتح دے گا، لہٰذا آپ بیت لحم کے علاقہ میں میرا گاؤں مجھے عطا کردیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تمہارا ہے" اور اس مضمون کا ایک وثیقہ بھی انھیں لکھ کر دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب ملک شام فتح ہوا تو تمیم داریؓ رسول

اکرم ﷺ کا وہ وثیقہ گرامی لے کر ان کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: "میں خود اس پر گواہ ہوں" اور انھیں وہ گاؤں دے دیا۔

نبی کریم ﷺ نے ایسے علاقے ان کو عطا کیے جو ابھی فتح بھی نہیں ہوئے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ نے قبل از ہجرت جس وثیقہ کا ذکر کیا ہے، اس میں آپؐ نے یہ تحریر لکھوائی تھی:

جب اللہ رسول اللہ ﷺ کو فتوحات عطا کریں گے تو موضع بیت عینون، موضع حبرون یا جبرون، موضع مرطوم، موضع بیت ابراہیم کی جاگیریں اس قبیلہ داری کو عنایت کی جائیں گی۔ یہ جاگیریں استمراری پٹہ پر ہوں گی[6]

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد یہ وفد مدینہ منورہ میں دوبارہ حاضر ہوا اور سابقہ عطاء کے معاہدہ میں تجدید کی درخواست کی، تب رسول اللہ ﷺ نے انھیں مندرجہ ذیل تحریری وثیقہ عنایت فرمایا:

قام تميم الداري وهو تميم بن أوس رجل من لخم , فقال: يا رسول الله، إن لي جيرة من الروم بفلسطين لهم قرية يقال لها حبرى وأخرى يقال لها بيت عينون، فإن الله فتح عليك الشام فهبهما لي , فقال: «هما لك» قال: فاكتب لي بذلك كتابا , فكتب: «بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب من محمد رسول الله، لتميم بن أوس الداري , أن له قرية حبرى وبيت عينون، قريتها كلها سهلها وجبلها وماءها وحرثها وأنباطها وبقرها, ولعقبه من بعده، لا يحاقه فيها أحد، ولا يلجه عليهم أحد بظلم فمن ظلمهم أو أخذ من أحد منهم شيئا، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين»[7]

ایک بار تمیم داریؓ یعنی لخم کے ایک فرد تمیم بن اوسؓ نے کھڑے ہو کر یہ کہا: "یارسول اللہ ﷺ! فلسطین میں میرے کچھ رومی پڑوسی ہیں جن کی بستیاں "حبری" اور "عینون" نامی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ شام کو آپ کے زیر نگیں کر دے تو یہ دونوں بستیاں مجھے عطا کر دیجیے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ دونوں گاؤں تیرے لیے ہیں" انھوں نے کہا کہ میرے لیے اسے لکھ دیجیے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لیے یہ لکھ دیا: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تمیم بن اوس داریؓ کے لیے ہے، حبری اور عینون دونوں بستیاں اس کے لیے ہیں اور جو کچھ ان کے اندر ہے: وادیاں، پہاڑ، پانی کے چشمے، کھیت، نبطی اور گائیں (بھی اس کے لیے ہیں) اور اس کے بعد یہ چیزیں اس کی نسل میں منتقل ہوتی رہیں گی، کوئی آدمی ان دونوں گاؤں کے لیے اس کے مقابلہ میں حق دار بن کر کھڑا نہ ہوگا اور کوئی وہاں ان کی مرضی کے بغیر زبردستی داخل نہ ہوگا، جو کوئی ان لوگوں میں سے کسی پر ذرا بھی ظلم کرے گا یا ان کے کسی حصہ پر قبضہ کرے گا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

امام ابویوسفؒ نے ذیل کی روایت نقل کی ہے، جس میں بستیوں کے نام اور نبی کریم ﷺ کے ان کے لیے لکھوائے گئے مکتوب کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ مکتوب کے الفاظ یہ تھے:

هذا كتاب من محمد رسول الله لتميم بن اوس الدارى أن له قرية جيرون وبيت عينون قريتهما كلهما وسهلهما وجبلهما وماؤهما وحرثهما وأنباطهما وبقرهما، ولعقبه من بعده، لا يحاقه فيها أحد، ولا يلجهما عليهم أحد بظلم؛ فمن ظلم واحدا منهم شيئا فإن عليه لعنة الله[8]

امام ابو عبیدؒ قاسم بن سلام ایک روایت بیان کرتے ہیں، جس میں تمیم داریؓ کے علاقوں کے نام مختلف بیان ہوئے ہیں۔ حضرت سماعہؒ کہتے ہیں کہ تمیم داریؓ نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ وہ شام کے کچھ گاؤں بطور جاگیر ان کے نام لکھ دیں۔ ان میں عینون کے علاوہ دیگر گاؤں اور وہ مقام بھی شامل تھا جہاں حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے مقبرہ تھے۔ اسی علاقہ میں ان (تمیم داریؓ) کا وطن تھا اور ان کی زمین و خانقاہ بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی درخواست بھلی معلوم ہوئی اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "جب میں نماز پڑھ چکوں تو یہ درخواست میرے سامنے پیش کرنا" انھوں نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ نے ان کے مطلوبہ علاقے، ان اشیاء کے ساتھ جو وہاں ہوں، ان کی جاگیر میں لکھ دیے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ملک شام فتح کرایا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اس لکھے کو پورا کیا[9]

لیث بن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تمیم داریؓ کے لیے رسول اللہ ﷺ کے لکھی ہوئی تحریر کو پورا کیا اور ساتھ فرمایا:

تمہیں یہ حق نہیں کہ اس جاگیر کو فروخت کرو"، چنانچہ یہ جاگیر آج تک ان کے گھرانہ میں ہی چلی آرہی ہے[10]۔

نبی کریم ﷺ نے چونکہ تحریر میں وضاحت کی تھی کہ یہ جاگیر ان کی اولاد در اولاد میں منتقل ہوتی رہے گی۔ آپؐ کے بعد اِس کی حضرت ابو بکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ نے اپنے اپنے دور میں تجدید کی اور آج بھی یہ جاگیر اُسی "داری" خاندان میں چلی آرہی ہے[11]۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو عطا:

رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث کو قبیلہ کی کانیں جو فرع نامی پہاڑ کے دامن میں تھیں، اس ٹکڑے کی نشیبی و بالائی تمام اراضی اور قدس کی قابل زراعت اراضی، وادی عقیق، موضع جزعہ اور موضع غَیلہ جاگیر میں عطا فرمائے۔ بلال بن حارث المزنیؓ بیان کرتے ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم «أقطعه العقيق أجمع»[12]

رسول اللہ ﷺ نے مجھے پوری کی پوری وادی عقیق عنایت فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ نے بلال بن حارث کو قبیلہ کی کانیں، اس ٹکڑے کی نشیبی و بالائی تمام اراضی اور قدس کی قابل زراعت اراضی بھی جاگیر میں عطا فرمائیں[13]۔ ابو عبیدؒ اور ابن زنجویہؒ کی کتاب الاموال میں ایک اور روایت جس کے الفاظ مختلف ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قطع لبلال بن الحارث معادن القبلية بلاد معروفة بالحجاز، وهي في ناحية الفرع، قال: فتلك المعادن لا تؤخذ منها إلا الزكاة إلى اليوم[14]

رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث کو حجاز کے مشہور علاقہ قَبلیہ کی کانیں بطور جاگیر عطا کیں اور یہ علاقہ مقام فرع کی جانب ہے۔ چنانچہ آج تک ان کانوں سے صرف زکوٰۃ ہی لی جارہی ہے۔

الوثائق السیاسیۃ کی ایک روایت کے مطابق، نبی کریم ﷺ حضرت بلال المزنیؓ کو موضع نخل، جزعہ، ذوالمزارع (کا نصف حصہ)، قدس کی مزروعہ اراضی، جو اور غَیلہ موضعات بھی بطور جاگیر عطا کیے[15]۔ محرر ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بلالؓ کو کسی مسلمان کے حق میں سے کچھ نہیں دیا تھا اور اِن کانوں سے بر آمدگی پر آج تک زکوٰۃ نہیں لی جاتی[16]۔

راقم کے نزدیک اِن کانوں سے زکوۃ نہ لینے کا مطلب یہ سمجھ آتا ہے کہ وہ غیر آباد کانیں تھیں، اُن پر زکوۃ فرض ہی نہیں تھی۔ جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت بلال بن حارثؓ سے زمین اس لیے واپس لے لی تھی کہ وہ اُس کو آباد نہیں کر رہے تھے[17]۔ بصورت دیگر اِن اراضی سے زکوۃ کی وصولی کی جاتی تھی جیسا کہ سطور بالا میں تذکرہ ہو چکا ہے کہ "قُبلیہ" کی کانوں میں زکوۃ لی جاتی تھی۔

حضرت مجاعۃ الیمامہؓ کو عطا:

رسول کریم ﷺ دیگر صحابہ کی طرح حضرت مجاعۃ الیمامۃ کو موضع غورہ، غرابہ اور حبل کی جاگیریں عطا فرمائی تھیں۔ امام ابو عبیدؒ نے نبی کریم ﷺ کا مجاعۃ الیمامہ کے نام ذیل کا مکتوبِ گرامی بیان کیا ہے:

عن سراج أن مجاعة اليمامة أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقطعه، وكتب له بها كتابا: بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب كتبه محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم لمجاعة بن مرارة بن سلمى: إني أقطعتك الغورة، وغرابة، والحبل، فمن حاجك فإلي[18]

مجاعہ الیمامہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپؐ نے انھیں جاگیر عطا فرمائی اور ان کے لیے ایک تحریر لکھوائی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نبی کریم ﷺ نے تحریری وثیقہ مجاعہ کے لیے لکھوایا۔ بے شک میں نے تجھے غورہ، موضع غرابہ اور موضع حبل کی جاگیریں عطا کیں نیز فرمایا: جو شخص ان کا مطالبہ کرے اس کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو۔

امام ابن زنجویہؒ کی روایت میں جس مکتوب کا ذکر ہے اس میں موضع "غرابہ" کی بجائے موضع "عوانہ" کا تذکرہ ہے:

أني أقطعتك الغورة وعوانة من العرمة والحبل فمن حاجك فإلي"[19]

بے شک میں نے تجھے غورہ، عرمہ سے عوانہ اور موضع حبل کی جاگیریں عطا کیں نیز فرمایا: جو شخص ان کا مطالبہ کرے اس کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو"۔

امام صالحؒ نے "سبل الھدیٰ" میں بروایت طبرانی نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مجاعہ بن مرارہ کو تحریر لکھوائی جس میں "عوذہ" نامی مقام عطا کیا اور فرمایا:

انی قد اعطیتک العوذہ فمن خالفنی فی ھاالنار[20]

میں نے تجھے "عوذہ" نامی موضع عطا کیا ہے، جس نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی وہ آگ میں ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ نے "الوثائق السیاسیۃ" میں نبی کریم ﷺ کے جس وثیقہ کا تذکرہ کیا ہے، اس میں درج ذیل عطا کا اضافہ ہے:

مشرکین بنو ذُھل کے قبیلے میں سے جو خمس آئے گا اس میں سے تمہیں ایک سو اونٹ تمہارے بھائی کے خون بہا میں عطا کروں گا[21]۔

اس کے پس منظر میں "الاصابہ" میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ مجاعہ نے مسلمان ہونے کے بعد رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ جاہلیت میں میرے بھائی کو بنو اسد اور بنو ذھل نے قتل کر دیا تھا، مجھے ان سے دیت دلائی جائے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں نے مشرک کے لیے دیت مقرر کی ہوتی تو ایسا ہی کرتا۔ تم توقف کرو میرے وارثین خلافت تمہیں ادا کر دیں گے اور رسول اکرم ﷺ

مجاعہ کے لیے ایک سو اونٹ کی دیت اس مال میں سے لکھوادی جو بنو ذھل کی شکست پر ملے۔ بنو ذھل مفتوح ہوئے اور غنیمت کم ملنے کی وجہ سے مجاعہ کے مطالبہ کا کچھ حصہ رہ گیا، جو بعد میں اس کی درخواست پر یمامہ کی زکوۃ میں بارہ ہزار صاع کے غلہ کا پروانہ لکھوادیا گیا[22]۔

حضرت فرات بن حیان رضی اللہ عنہ کو عطا:

فرات بن حیانؓ اسلام لانے سے قبل قریش کے لیے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے مدینہ منورہ میں آیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے قتل کا حکم دے رکھا تھا لیکن جب صحابہ کے پاس سے ان کا گذر ہوا تو انھوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ نبی کریم ﷺ دیگر صحابہ کی طرح حضرت فرات بن حیان العجلیؓ کو یمامہ کی اراضی بطور جاگیر عطا فرمائی۔

> **عن عدي بن حاتم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقطع فرات بن حيان العجلي أرضا باليمامة**[23]
>
> حضرت عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرات بن حیانؓ العجلی کو یمامہ کی زمین بطور جاگیر عطا فرمائی تھی۔

حضرت فرات بن حیان العجلیؓ کو نبی ﷺ کی عطا سے آپؐ کی صفتِ عفو و در گذر خوب نمایاں ہوتی ہے۔ یہ اسلام دشمن تھے اور اہل مکہ کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آیا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کے قتل کا حکم دیا، جب یہ گرفت میں آئے تو انھوں نے اپنے مسلمان ہونے کا بتایا۔ سنن ابی داؤد کی روایت میں وضاحت اس طرح سے آتی ہے:

فرات بن حیانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق قتل کا حکم صادر فرمایا، یہ ابوسفیان کے جاسوس اور ایک انصاری کے حلیف تھے، ان کا گزر حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے کچھ انصار کے پاس سے ہوا تو انھوں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں، ایک انصاری نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ہم انھیں ان کے ایمان کے سپرد کرتے ہیں، ان ہی میں سے فرات بن حیان بھی ہیں[24]۔

حضرات عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنھما کو عطا:

نبی کریم ﷺ عیینہ بن حصنؓ اور اقرع بن حابسؓ کو اراضی کی عطا کا مکتوب گرامی حضرت امیر معاویہؓ سے تحریر کروا کے دیا۔ البتہ کون سے علاقہ کی عطا آپؐ نے اُن کے لیے فرمائی، کتبِ مآخذ میں سے تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔ البتہ ان شخصیات کے نام آپ ﷺ کا مکتوب امام بن زنجویہ نے ذیل کی روایت میں بیان کیا ہے:

> **سهل بن الحنظلية، قال: قدم على النبي صلى الله عليه وسلم عيينة بن حصن والأقرع بن حابس، فسألاه فأمر لهما بما سألا وأمر معاوية أن يكتب لهما بما سألا , فأما الأقرع فأخذ كتابه فلفه بعمامته , ثم أنطلق, وأما عيينة فأتى النبي صلى الله عليه وسلم بكتابه , فقال: أتراني حاملا إلى قومي كتابا لا أدري ما هو، كصحيفة المتلمس؟ فأخذه النبي صلى الله عليه وسلم فنظر فيه , فقال: «قد كتب بالذي أمر لك»**[25]
>
> سہل بن حنظلیہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عیینہ بن حصنؓ اور اقرع بن حابسؓ آئے، انھوں نے آپ سے مانگا، آپ نے انھیں ان کی مانگی ہوئی چیز دینے کا حکم دیا اور معاویہؓ کو حکم دیا کہ وہ ان دونوں کے لیے خط لکھ دیں جو

انھوں نے مانگا ہے، اقرعؓ نے یہ خط لے کر اسے اپنے عمامے میں لپیٹ لیا اور چلے گئے لیکن عیینہؓ خط لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یا محمد ﷺ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ اپنی قوم کے پاس ایسا خط لے کر جاؤں جو متلمس کے صحیفہ کی طرح ہو، جس کا مضمون مجھے معلوم نہ ہو؟ نبی کریم ﷺ نے اسے پکڑ کر دیکھا پھر فرمایا: اس میں وہ لکھ دیا گیا ہے جس کا میں نے حکم دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے ان دو صحابہ کو تالیفِ قلب کے طور پر دیا ہوگا۔ اِس کی ایک نظیر غزوہ حنین میں نظر آتی ہے، آپؐ نے انھیں تالیف قلب کے طور پر سو سو اونٹ دیے[26] اور دوسری نظیر یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے یمن سے کچھ سونا بھیجا، آپؐ نے جن چار صحابہ کرام میں تقسیم کیا، اُن میں سے دو مذکورہ بالا صحابہ بھی تھے[27]۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا:

حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو اموال بنی نضیر میں سے زمین کا قطعہ عطا کیا تھا اور فرمایا تھا کہ بنو نضیر سے دوبارہ جنگ کے ہونے تک کوئی اس میں مداخلت نہ کرے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

حدثنا هشام بن عروة عن أبيه قال: أقطع رسول الله صلى الله عليه وسلم الزبير أرضا فيها نخل من أموال بني النضير، وذكر أنها كانت أرضا يقال لها الجرف[28]

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کی ایسی زمین عطا کی تھی جس میں باغات تھے اور یہ مقام جرف میں واقع تھی۔

حضرت زبیرؓ کو عطا کے بارے امام ابو عبیدؒ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أقطع الزبير أرضا بخيبر فيها شجر ونخل[29]

نبی کریم ﷺ نے زبیرؓ کو خیبر کی اراضی عطا کی تھی جس میں درخت اور کھجوروں کے درخت تھے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو جو اراضی عطا کی تھی وہ دراصل آپؐ نے ایک انصاری صحابی، حضرت سلیطؓ کو عطا کی تھی۔ وہ زمینوں پر کام کاج کرنے جاتے اور کئی دن وہیں قیام کرتے، جب واپس آتے تو اُن کو بتایا جاتا کہ آپ کے بعد اتنا اتنا قرآن کا حصہ اتر چکا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے فلاں فلاں فیصلے کیے ہیں، چنانچہ وہ یہ سن کہ آپؐ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کرتے ہیں:

يا رسول الله، إن هذه الأرض التي أقطعتنيها قد شغلتني عنك، فاقبلها مني، فلا حاجة لي في شيء يشغلني عنك، فقبلها النبي صلى الله عليه وسلم منه، فقال الزبير: يا رسول الله، أقطعنيها، قال: فأقطعها إياه[30]

یارسول اللہ ﷺ! اس زمین کے ٹکڑے نے مجھے آپؐ سے غافل کر دیا ہے، آپ مجھ سے اِسے واپس قبول کیجیے، مجھے کسی ایسی چیز کی حاجت نہیں ہے جو آپ سے دور کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے واپسی قبول کر لی، تو زبیرؓ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہ مجھے عنایت کر دیں تو آپؐ نے فرمایا: میں اس زمین کو اِسے دیتا ہوں۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو مذکورہ اراضی کے علاوہ بھی کچھ مواضع عطا کیے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ "الوثائق السیاسیۃ" میں فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کو "ثریر" نامی مقام بھی عطا کیا گیا تھا[31]۔ ایک روایت میں درج ذیل مواضع کا تذکرہ ہے:

موضع سوارق کی تمام اراضی جو کہ موضع مورِع اور موضع موقت کے درمیان ہے، نشیبی اور ہموار دونوں قسم کی دھرتی زبیر کو بطور جاگیر عطا کی جاتی ہے۔ یہ جاگیر بنو نضیر سے دوبارہ جنگ تک ہے، کوئی شخص اس میں مداخلت نہ کرے[32]۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کو عطا:

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ بھی اُن خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں آپؐ نے جاگیر عطا کی۔ ابو ثعلبہؓ کو نبی کریم ﷺ نے روم کے علاقے فتح ہونے سے قبل ہی عطا کر دیے تھے۔ کتب الاموال میں یہ روایت موجود ہے:

حدثنا إسماعيل بن إبراهيم، عن أيوب، عن أبي قلابة، أن أبا ثعلبة الخشني، قال: يا رسول الله اكتب إلي بأرض كذا وكذا – أرض هي يومئذ بأيدي الروم – قال: فكأنه أعجبه الذي قال، فقال: ألا تسمعون ما يقول؟ قال: والذي بعثك بالحق لتفتحن عليك، قال: فكتب له بها[33]

حضرت ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ابو ثعلبہ خشنیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ! فلاں فلاں زمین پر مشتمل علاقہ میرے نام لکھ دیجیے"، حالانکہ اس وقت وہ علاقہ رومیوں کے ہاتھ میں تھا، گویا نبی کریم ﷺ کو ان کی یہ بات کچھ بھلی معلوم ہوئی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "کیا تم لوگ اس کی بات نہیں سن رہے؟" ابو ثعلبہؓ کہنے لگے: "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یہ علاقہ بالضرور آپ کے لیے فتح ہوگا" چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے وہ مطلوبہ علاقہ اس کے نام لکھ دیا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو عطا:

حضرت وائل بن حجرؓ ملوک یمن میں سے تھے، آپ ﷺ کے پاس جب وہ تشریف لائے تو آپؐ نے خاص اکرام فرمایا اور اُن کو حضر موت کے علاقہ میں جاگیر عطا فرمائی:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقطعه أرضا، فبعث معه معاوية ليقطعها إياه[34]

رسول اکرم ﷺ نے حضرت وائل بن حجرؓ کو زمین عطا کی اور حضرت معاویہ کو اُن کے ساتھ بھیجا کہ وہ جگہ لے کر ان کے حوالے کریں

نبی کریم ﷺ نے وائل بن حجرؓ کو حضر موت کے علاقہ میں اراضی عطا کی تھی[35]۔ امام ابن کثیرؒ اس واقعہ کی تفصیل میں لکھتے ہیں:
حضرت وائل بن حجرؓ ملوک یمن میں سے تھے، آپ ﷺ کے پاس جب آئے تو آپؐ نے خاص اکرام فرمایا اور اُن کے لیے اپنی چادر بچھادی، اُن کے اور ان کے خاندان کے لیے دعا فرمائی:

اللهم بارك في وائل وولده وولد ولده[36]

جاتے وقت مہاجر بن امیہ، اقیال اور عباہلہ کے نام تین خطوط لکھوائے۔ ایک مکتوب خاص وائل بن حجرؓ کے لیے لکھوایا، جس میں اُن کی فضیلت باقیوں پر واضح کی اور انھیں قطعہ اراضی عطا فرمائی[37]۔ تعمیل کے لیے حضرت امیر معاویہؓ کو ساتھ روانہ کیا۔ راستہ میں جب

حضرت وائل خود سواری پر سوار ہو گئے اور حضرت معاویہ نے سواری پر بٹھانے کو کہا تو وائل نے جواب دیا کہ تمہارے لائق نہیں کہ بادشاہوں کے پیچھے بیٹھو، معاویہؓ نے کہا: کہ اپنے جوتے پہننے کو دے دو (تاکہ گرمی کی تپش سے بچ سکوں) تو وائلؓ نے کہا:

انتعل ظل الناقة[38]

اونٹنی کے سایہ کے نیچے ہو جاؤ

حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ کو عطا:

ابیض بن حمالؓ کو نبی کریم ﷺ مآرب کی نمک کی کان عطا کی، جب آپؐ کو اس جگہ کی مفاد عامہ کے لیے اہمیت کا بتایا گیا تو آپؐ نے اُن سے واپس لے لی۔

أنه استقطع رسول الله صلى الله عليه وسلم الملح الذي بمأرب، فقطعه له، قال: فلما ولى قيل: يا رسول الله، أتدري ما قطعت له؟ إنما أقطعته الماء العد، قال: فرجعه منه[39]

حضرت ابیض بن حمال سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپؐ سے مارب کی نمک کی کان بطور جاگیر طلب کی تو آپؐ نے وہ اسے عطا کر دی، جب وہ واپس مڑے تو ایک آدمی نے عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ! آپؐ نے تو اسے دائمی چیز عطا فرما دی، راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے اس سے واپس لے لیا۔

امام ابن زنجویہ مذکورہ روایت کو دوسری سند سے روایت کرتے ہیں، جس میں "فرجع منہ" کی بجائے "فرجع فیہ" کے الفاظ ہیں اور آگے یہ روایت ہے:

قال: وقلت للنبي صلى الله عليه وسلم: ما يحمى من الأراك؟ قال: «ما لم تنله أخفاف الإبل»[40]

ابیضؓ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: پیلو کے درختوں کی کون سی جگہ گھیری جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں جانوروں کے پاؤں نہ پہنچ سکیں۔

نبی کریم ﷺ کو اس مارب کی کان کے بارے بتانے والے حضرت اقرع بن حابسؓ تھے، جن کے آگاہ کرنے پر آپؐ نے کان اُن سے واپس لی۔ سنن ابن ماجہ میں اس واقعہ کی صراحت اس طرح سے آتی ہے کہ:

ابیضؓ نے اس نمک کو جو نمک سد مآرب کے نام سے جانا جاتا ہے رسول اللہ ﷺ سے بطور جاگیر طلب کیا، تو آپؐ نے اسے انھیں جاگیر میں دے دیا، پھر اقرع بن حابس تمیمیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور عرض کیا: میں زمانہ جاہلیت میں اس نمک کی کان پر سے گزر چکا ہوں، وہ ایسی زمین میں ہے جہاں پانی نہیں ہے، جو وہاں جاتا ہے، وہاں سے نمک لے جاتا ہے، وہ بہتے پانی کی طرح ہے، جس کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوتا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ابیض بن حمالؓ سے نمک کی اس جاگیر کو فسخ کر دینے کو کہا، ابیضؓ نے عرض کیا: میں اس کو اس شرط پر فسخ کرتا ہوں کہ آپؐ اسے میری طرف سے صدقہ کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا وہ تمہاری طرف سے صدقہ ہے اور وہ جاری پانی کے مثل ہے، جو آئے اس سے لے جائے۔ فرج بن سعید کہتے ہیں: اور وہ آج تک ویسے ہی ہے، جو وہاں جاتا ہے اس میں سے نمک لے جاتا ہے۔ ابیضؓ کہتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے انھیں اس جاگیر کے عوض جو آپ نے فسخ کر دی تھی[41]۔ سنن دارقطنی میں ہے کہ آپؐ نے اس کے بدلے میں انھیں مقام جرف سے زمین اور کھجور کے درخت عطا کیے:

وأقطع له أرضا ونخيلا بالجرف[42]۔

نمک کی کان چونکہ مفاد عامہ کی چیز ہے لہٰذا یہ ابیض بن حمال کو انفرادی ملکیت میں دینے سے لوگوں کے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں تو آپؐ نے ان سے وہ واپس لے لی۔ایسی چیزوں کو نبی کریم ﷺ نے ذاتی ملکیت سے نکال کر ریاست کی ملکیت میں دیا ہے۔

سنن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ابیض بن حمالؓ نے نبی کریم ﷺ سے صدقہ دینے میں کچھ رعایت مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سبائی بھائی! صدقہ دینا تو ضروری ہے، ابیض بن حمال نے کہا: اللہ کے رسول! ہماری زراعت تو صرف کپاس (روئی) ہے (یعنی سباب پہلے والا سبا نہیں رہا)، سبا والے متفرق ہو گئے ہیں (اب تو بالکل اجاڑ ہو گیا ہے) اب کچھ تھوڑے سے سبا کے باشندے مارب میں رہ رہے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے ہر سال کپڑے کے ایسے ستر جوڑے دینے پر مصالحت کر لی جو معافر کے ریشم کے جوڑے کی قیمت کے برابر ہوں۔ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک برابر یہ جوڑے ادا کرتے رہے۔آپؐ کے بعد عمال نے رسول اکرم ﷺ کے ابیض بن حمال سے سال بہ سال ستر جوڑے دیتے رہنے کے معاہدے کو توڑ دیا۔ پھر ابو بکرؓ نے سال میں ستر جوڑے دیئے جانے کے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کو دوبارہ جاری کر دیا۔ ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہوا تو یہ معاہدہ بھی ٹوٹ گیا اور ان سے بھی ویسے ہی صدقہ لیا جانے لگا جیسے دوسروں سے لیا جاتا تھا[43]۔

راقم کے خیال میں نبی کریم ﷺ کا ابیض بن حمال کے لیے یہ حکم نامہ مخصوص اُن کے علاقہ کے لیے ہی تھا اور مخصوص حالات تک کے لیے تھا، جسے حضرت عمرؓ نے حالات بہتر ہونے پر ختم کر کے شریعت کے مقرر کردہ نصاب کے مطابق نافذ کر دیا۔ واللہ اعلم

دیگر صحابہ کو جاگیروں کی عطا:

نبی کریم ﷺ نے اور بہت سارے صحابہ کرام کو مختلف مقامات پر اراضی کے ٹکڑے عطا کیے۔ حضرت عباس کو بحرین میں جاگیر عطا کی[44]۔رسول اللہ ﷺ نے معدی کرب بن ابرھہؓ کو یہ تحریری وثیقہ عطا فرمایا کہ خولان کی اراضی پر اس کا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے[45]۔ قیس بن مالک الہمدانی رسول اللہ ﷺ کے قیام مکہ کے دوران حاضر ہوا، نبی کریم ﷺ نے اسے بطور عطیہ استمراری مقام خیوان کا دو سو فرق منقیٰ، ایک سو فرق جو اور مقام عمران الجویف سے ایک سو فرق گندم اللہ کے مال میں سے سالانہ دینے کا وثیقہ لکھوایا، اس وثیقہ میں اسے قبیلہ ہمدان کی مندرجہ ذیل شاخوں کا سربراہ تسلیم فرمایا:

احمور صھا کے بطون میں: قُدم، آل ذی مران، آل ذی لعوہ اور اذواء

غرب کے بطون میں: ارحب، نُہم، شاکر، وِداعہ دیام، مُرہبہ، دالان، خارف، عُذر اور حجور[46]

نبی ﷺ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کو بھی جاگیریں عطا کیں۔ حضرت ابو رافعؓ کہتے ہیں:

ہمیں نبی ﷺ نے ایک زمین عطا فرمائی، یہ اسے کاشت میں نہ لا سکے تو انھوں نے حضرت عمرؓ کے دور میں اسے آٹھ ہزار دینار یا آٹھ لاکھ درہم میں فروخت کر دیا[47]

الغرض آپؐ نے بہت سارے صحابہ کرام کو جاگیریں عطا فرمائیں اور بعض کو اس پر وثیقہ تحریر کرا کے دیا۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ نے 23 صحابہ کا نام لکھا ہے، جنھیں نبی کریم ﷺ نے مختلف مقامات پر اراضی بطور جاگیر کے عطا فرمائی تھی[48]۔

مذکورہ بالا تمام واقعات میں نبی کریم ﷺ نے ایسی اراضی عطافرمائی ہیں جو کسی کے استعمال میں نہیں تھیں اور نہ مفاد عامہ میں استعمال میں ہو سکتی تھیں۔ آپؐ مفادِ عامہ کی اراضی اور قطعات عطا نہیں کیا کرتے تھے ،اگر کسی کو ایسی جاگیر عطا کر بھی دیتے تو معلوم ہونے پر وہ واپس لے لیا کرتے تھے جیسا کہ "مآرب" کی جاگیر ابیض بن حمالؓ کو دیکر آپؐ نے واپس لے لی تھی۔

جاگیروں کی عطا کا جائزہ:

نبی کریم ﷺ نے آباد زمین یا کسی کی ملکیتی زمین کسی کو عطا نہیں کی اور نہ ہی ایسی زمین عطا کی جس میں مفاد عامہ ہو، بلکہ حضرت ابیض کو نمک کی کان عطا کرنے کے بعد جب اُس کے بارے معلوم ہوا تو آپؐ نے اُن سے واپس لے لی[49]۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ آپؐ نے مفادِ عامہ کی زمین اور مباح چیزوں جیسے پانی، گھاس اور آگ وغیرہ، جن میں نبی کریم ﷺ نے تمام لوگوں کو شامل فرما کر انھیں مساوی حقوق عطا کیے ہیں اور انھیں دوسروں سے روک کر ذاتی ملکیت میں لینے سے روک دیا ہے۔ بہیسہ نامہ خاتون سے مروی ہے کہ:

استأذن أبي رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يدخل بينه وبين قميصه من خلفه، قال: قال: فجعل يلصق صدره بظهر النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله، وما الشيء الذي لا يحل منعه؟ قال: الماء، قال: يا رسول الله، ما الشيء الذي لا يحل منعه؟ قال: الملح، قال: يا رسول الله، ما الشيء الذي لا يحل منعه؟ قال: أن تفعل الخير خير لك[50]

میرے والد نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ وہ آپ ﷺ کی پشت کی جانب سے آپ کی قمیص میں داخل ہو جائیں۔ (اجازت حاصل کرنے کے بعد وہ) آپ کی قمیص کے درمیان داخل ہو گئے اور اپنا سینہ آپ ﷺ کی پشت سے چمٹا لیا اور سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی۔ انھوں نے پھر دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا جائز نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نمک۔ انھوں نے پھر کہا: اللہ کے نبی ﷺ! وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جتنی نیکی کرو اتنی ہی وہ تمہارے لیے بہتر ہے (پانی نمک تو مت روکو اس کے علاوہ اگر ممکن ہو تو دوسری چیزیں بھی نہ روکو)

امام ابن زنجویہ کی کتاب الاموال میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

فجعل يلتزمه ويقبله[51]

وہ آپ ﷺ سے چمٹ گئے اور آپ ﷺ کی پشت کے بوسے لینے لگے۔

مذکورہ بالا روایات میں آپؐ نے ضروریاتِ زندگی کی اشیاء مثلاً پانی، نمک وغیرہ لوگوں سے روک لینے منع فرمایا ہے، زرعی اراضی کو سیراب کر لینے کے بعد ضرورت سے زائد پانی دوسروں سے روک لینے سے بھی آپؐ نے منع فرمایا۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ اور بنو امیہ کے ایک انصاری صحابیؓ میں، مدینہ کی پتھریلی زمین کی نالی کے بارے میں جھگڑا ہوا (تنازع حل کے لیے آپؐ کے پاس گیا تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أشرب يا زبير , ثم خل سبيل الماء "، فقال الذي من بني أمية: العدل يا رسول الله، وإن كان ابن عمتك، فتغير وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم , حتى عرف أن قد ساءه ما قال، فقال: " يا زبير احبس الماء حتى يبلغ الكعبين – أو قال: – الجدار، ثم خل سبيل الماء، " قال: ونزلت – أو قال: – فتلا: {فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم}[52]

زبیرؓ ! تم پہلے سیراب کرلو، پھر اپنے پڑوسی کو بھی سیراب کرنے دو"اس پر انصاری نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ! عدل کیجیے خواہ یہ آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیااور ہم نے پہچان لیا کہ آپ ﷺ کو اس کی بات بری لگی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے زبیر! تم سیراب کرواور پانی کو (اپنے باغ میں) اتنی دیر تک آنے دو کہ کناروں تک پہنچ جائے یا فرمایا کہ دیوار تک چڑھ جائے، پھر پانی چھوڑ دو۔ فرماتے ہیں: کہ یہ آیت اسی واقعہ پر نازل ہوئی تھی: "پس ہر گز نہیں! تیرے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ ﷺ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم نہ کرلیں

رسول اکرم ﷺ کے پاس بنو قریظہ کی وادی مہزور (میں پانی کی تقسیم) کا تنازع آیا تو:

فقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن الماء إلى الكعبين , لا يحبس الأعلى على الأسفل[53]

رسول اکرم ﷺ نے ان میں فیصلہ فرمایا: کہ جب پانی ٹخنے ٹخنے ہو جائے تو پھر اوپر والا اسے نیچے والے کی طرف جانے سے مت روکے

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح سے ہیں:

لا يحبسه الأعلى على الأسفل، ويحبسه الأسفل على الأعلى[54]

اوپر والا نیچے والے کی طرف مت روکے اور نیچے والا پانی کو روک لے اوپر والے پر

مذکورہ بالا تمام روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایسی اراضی اور جاگیریں عطافرمائی تھیں جو قطعہ اراضی کسی کے کام کی نہیں تھی یا بے آباد تھیں۔ آپؐ نے آباد شدہ زمینیں اور ریاستی مفاد والی اراضی کسی کو بطورِ جاگیر کے عطا نہیں فرمائیں۔

اجتماعی مفادات کی اشیاء، ریاست کی زیرِ ملکیت:

ریاست کی زیرِ ملکیت سے مراد یہ ہے کہ مملوکہ سے حق انتفاع صرف ایک فرد کو نہیں بلکہ تمام افراد اُمت کے لئے یہ حق انتفاع موجود ہے جس میں کوئی بھی ترجیح کا حق دار نہ ہے۔ جب کسی چیز سے امت کے اجتماعی مفادات وابستہ ہوں تو اسے کسی ایک فرد کی ملکیت میں نہیں دیا جاسکتا کہ بڑی بڑی نہریں، دریا، سڑکیں، پل اور آبادی کے ارد گرد چراگاہیں اور بڑے بڑے پارک، فوجی ٹریننگ سنٹر وغیرہ۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

الفرات ودجلة لجميع المسلمين فهم فيهما شركاء[55]

فرات اور دجلہ تمام مسلمانوں کے لیے ہیں اور سب ان میں برابر کے حصہ دار ہیں

ہاں اگر اجتماعی مفاد ختم ہو جائے تو حاکم وقت اُمت کے مفاد میں جو مناسب ہو، تصرف کر سکتا ہے مثلاً ایک شارعِ عام تھی پھر دوسری شارعِ عام کے وجود سے اس کا مفاد ختم ہو گیا اور اب لوگ اسے استعمال نہیں کر رہے تو حاکم وقت اسے نیلام کر سکتا ہے اور وہ اس طرح انفرادی ملکیت کی طرف بھی منتقل ہو سکتی ہے[56]۔ اس ضمن میں محمد قدریؒ کا قول ہے:

الأراضي الأميرية التي يبيعها ولي الأمر بمسوغ بيعها ويملك رقبتها للمشترين متى تحققت المصلحة في بيعها تكون مملوكة رقبة ومنفعة لمشتريها[57]

وہ حکومتی زمینیں جنھیں حاکم وقت نیلام کر دے تو وہ خریداروں کی ملکیت بن جائیں گی جب ان کے نیلام میں مصلحت ہے تو وہ اصل منفعت خریدار کی ہو گی۔

اسی طرح مفادِ امت کے تحت اگر انفرادی ملکیت کو اجتماعی ملکیت میں لیا جانا ضروری ہو جائے تو فرد سے عوضاً یا بلا عوض لی جا سکتی ہے اور مفادِ عامہ کے لیے استعمال ہو گی کیونکہ اصول ہے:

مصلحة الامة مقدم على مصلحة الفرد[58]

ملی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے۔

ریاست کی خاص زمینیں، ایسی زمینیں جو کسی کے قبضہ میں نہ ہوں اور نہ اس کا کوئی مالک ہو، ایسی زمین کے بارے میں امام عادل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی کو انعام دے یا جن لوگوں نے اسلام کی کوئی قابل لحاظ خدمت انجام دی ہو ان کو کچھ بطور عطیہ دے البتہ کسی مسلمان یا کسی معاہد کی زمین چھین کر کسی کو جاگیر دینا امام کے لیے جائز نہیں ہے، کتب الخراج والاموال میں اسی رائے کو بیان کیا گیا ہے[59]۔ حکومت کا بجٹ و میزانیہ چونکہ صدقات و زکوۃ، ٹیکس (Tax) اور حکومتی ملکیت سے وصولی پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا مندرجہ ذیل وسائل پیداوار حکومت کی ملکیت ہوں گے:

ا۔ فئے کی زمین:

وہ علاقہ جو بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ مسلمانوں کے زیر سایہ آئے اور شرائط صلح میں یہ طے ہو کہ ان زمینوں کی ملکیت مسلمانوں کے زیر سایہ آئے اور شرائط صلح میں یہ طے ہو کہ ان زمینوں کی ملکیت مسلمانوں کی ہو گی۔ سفیان ثوریؒ نے فئی کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

انه عام لكل ما وقع من صلح بين الامام ولكفار فى اعناقهم وزرعهم وارضهم وفيما صلحوا عليه مما لم ياخذه المسلمون عنوة[60]

فئی ان تمام امور کو شامل ہے جو امام و کفار کے درمیان طے پائیں۔۔ چاہے ان امور کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہو یا زراعت/زمین وغیرہ سے اور جس پر بھی صلح ہو بشرطیکہ مسلمانوں نے اُسے جنگ سے فتح نہ کیا ہو۔

امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ نے فئی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

هو ما اجتبى من اموال اهل الذمة مما صولحوا عليه من جزية رؤسهم التى حقنت دماؤهم وحرمت اموالهم ومنه خراج الارضين التى افتتحت عنوة اقرا الامام فى ايدى اهل الذمة على طرق يؤدونه ومنه وظيفة

ارض الصلح التی منعها اهلها حتی صولحوا علی خراج مسمی ومنه ما یؤخذ من اهل الحرب اذا دخلوا بلاد الاسلام للتجارات ۔۔۔ فکل هذا من الفیئ[61]

جو مال اہل الذمہ سے طریق صلح پر حاصل ہو خواہ وہ جزیہ ہو جس کی بدولت ان کی جان و مال کو تحفظ ملا اور اسی قبیل سے اس زمین سے حاصل شدہ خراج بھی ہے جو جنگ کے نتیجہ میں فتح ہو ہوئیں لیکن امام وقت نے اسے ایک مقررہ رقم کے عوض ان کے سپرد کر دیا اور اسی قبیل سے ارض صلح سے حاصل شدہ خراج بھی ہے جس پر ایک مقررہ رقم کے عوض صلح ہو اسی طرح جو بھی اہل حرب سے لیا جائے جب وہ بغرض تجارت دارُالسلام میں داخل ہوں۔۔ یہ سب کی سب فیئ کی اقسام و انواع ہیں۔

ان مذکورہ تعریفوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہر وہ زمین جو کفار سے حاصل ہو خواہ ان کی جلاوطنی کی صورت میں یا اس شرط پر صلح ہو کہ زمین کی ملکیت مسلمانوں کی ہو گی خواہ نتیجہ جنگ کے طور پر مسلمانوں کے زیر سایہ آئی لیکن حاکم وقت نے مجاہدین کے درمیان تقسیم کرنے کی بجائے مفادِ عامہ کے لیے روک رکھی۔ یہ تو سب کی سب حکومت کی ملکیت ہو گئی جیسا کہ خود آنحضرت نے فدک، وادی القریٰ اور خیبر کا نصف حکومت کے لیے رکھا[62]۔

۲۔ وہ اراضی جو لڑائی سے حاصل ہوں:

ایسی اراضی کی ملکیت میں فقہ اسلامی میں دو آراء نظر آتی ہیں۔ پہلی رائے یہ ہے کہ امام وقت کو اختیار ہے کہ امت مسلمہ کے مفاد میں جو اولیٰ و افضل ہے اُسے اختیار کرے، اگر مناسب ہو تو غنیمت کی طرح خمس نکال کر باقی مال مجاہدین غانمین میں تقسیم کر دے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی بعد ازاں یہودِ خیبر سے معامدہ کر لیا، اسی وجہ سے جب حضرت عمرؓ نے یہودِ خیبر کو جلاوطن کر دیا تو خیبر میں جن کا حصہ تھا، انھیں طلب کر کے ان کے سپرد کر دیا[63] اور حاکم وقت اگر مناسب خیال کرے تو اجتماعی ملکیت قرار دے دے، جیسا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک طویل بحث و مباحثہ اور ایک کمیٹی قائم کرنے کے بعد ارضِ سواد کو اجتماعی ملکیت قرار دیا[64]۔

دوسری رائے یہ ہے کہ زمین بھی بقیہ اموال کی طرح غنیمت ہے اور امام وقت کا فریضہ ہے کہ خُمس کے بعد باقی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دے۔ ہاں اگر بیتُ المال کو اس کی ضرورت ہو تو پھر ان مالکوں سے عوضاً یا بلا عوض واپس لی جا سکتی ہے۔ اگر واپس لے لے تو اجتماعی ملکیت قرار پائے گی وگرنہ جس کو مل گئی اس کی انفرادی ملکیت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو بخوشی واپس کر دے وہ واپس کر دے اور جو بخوشی واپس نہ کرے وہ بھی یہ قیدی واپس کر دے اور اب جو پہلے قیدی حاصل ہوں گے ان سے اس شخص کو یہ بھی ادا کر دیا جائے گا[65]۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی متعدد روایات سے ثابت ہے کہ انھوں نے سواد (عراق) کا علاقہ غانمین میں تقسیم کر دیا تھا جیسا کہ ابن مغرب کا قول ہے:

ان عمر قسم السواد بین اهل الکوفة ما صاب کل رجل منهم ثلاثة فلاحین[66]

حضرت عمر نے سواد جگہ کو اہل کوفہ کے درمیان تقسیم کر دیا اور ہر شخص کے حصہ میں تین ہاری آئے

اسی طرح فتح عراق کے لشکر میں بجیلہ قبیلہ کی تعداد چوتھائی (1/4) تھی تو ان کو چوتھائی سواد دیا گیا اور یہ تین سال تک کاشتکاری کرتے رہے[67]۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مجھے طلب کرکے میرے سواد کے حصہ کی زمین کی قیمت اسی سے اوپر دینار دیے[68] اسی طرح ایک خاتون کو اس کے والد کے حصہ کا معاوضہ ادا کیا گیا[69]۔

امام ابن حزم نے ایک تفصیلی مناقشہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے سواد کو تقسیم کر دیا تھا بعد میں کسی نے اپنا حصہ بلا معاوضہ واپس کر دیا اور کسی نے قیمتاً واپس کر دیا۔ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

ان اصح ما جاء عن عمر فی ذلك انه لم یوقف حتی استطاب نفوس الغانمین وورثة من مات منهم وهذا الذی لا یجوز ان یظن بعمر غیره[70]

اصح ترین جو حضرت عمرؓ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے سواد اس وقت تک وقف قرار نہیں دیا تاآنکہ غانمین اور متوفین کے ورثہ نے دلی طور پر قبول نہ کر لیا۔ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے متعلق کچھ نہیں سوچا جا سکتا

امام نوویؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ:

الصحیح المنصوص ان عمر بن الخطاب فتح سواد عنوة وقسمة بین الغانمین ثم استطاب قلوبهم واسترده[71]

حضرت عمر بن الخطاب سے صحیح منقول یہی ہے کہ انھوں نے سواد (عراق) کو عنوتاً فتح کیا اور غانمین میں تقسیم کر دیا بعد ازاں انھیں راضی کرکے واپس لے لیا۔

مذکورہ بالا دلائل و مناقشہ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے مختلف محکمے قائم کیے اور تنخواہ دار فوج تشکیل دی، ڈاک کا نظام متعارف کرایا تو ان جملہ مؤظفین کی تنخواہ اور دیگر اخراجات کے لئے بیت المال کے پیداواری وسائل میں اضافہ ناگزیر تھا، لہٰذا ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے حضرت عمرؓ نے وقف کی اسکیم متعارف کرائی اور فرمایا کہ جو چاہے بخوشی اپنا حصہ وقف کر دے اور جو وقف نہ کرنا چاہے وہ قیمتاً بیت المال کے سپرد کر دے کیونکہ اجتماعی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے تو یوں پورا سواد (عراق) کا علاقہ اجتماعی ملکیت قرار پایا۔ اور اس کی جملہ آمدن بیت المال میں جمع ہونا شروع ہو گئی۔

۳۔ انفرادی ملکیت کو اجتماعی مفاد کے لیے خریدنا:

مصلحتِ عامہ اور مفادِ عامہ کے پیشِ نظر انفرادی ملکیت سے حکومتی ملکیت میں لانے کے لیے خرید کر ریاستی ملکیت میں لایا جا سکتا ہے اور یوں یہ اراضی انفرادی ملکیت سے اجتماعی ملکیت کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ بیع سے انکار کرے، اس اصول کی بنیاد پر کہ "اجتماعی مفاد انفرادی مفاد پر مقدم ہے"۔ اسی اصول کے مطابق حضرت عمرؓ نے جب اہل الذمہ کو جزیرۃ العرب سے جلاوطن کرنے کا فیصلہ کیا تو اُن سے اُن کی مملوکہ اراضی خرید لیں اور انھیں اِن کی قیمت ادا کر دی۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے یہودِ فدک کا حصہ ساٹھ ہزار (60000) درہم میں خریدا اور وادی القریٰ کے یہود سے ان کا حصہ نوے ہزار (90000) دینار میں خریدا[72] اور یہ علاقے اجتماعی ملکیت قرار پائے۔ اہل نجران کو جلاوطن کرتے ہوئے اُن کے اموال خرید لیے[73]۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے حرم مکی و مدنی کی توسیع کی غرض سے قرب و جوار کے مکانات اُن سے خرید لیے[74] نیز حرمین کی جب بھی توسیع کی ضرورت سامنے آئی حکومتِ

وقت نے قرب و جوار کے مکانات خریدے اور یہ علاقہ حرم کا حصہ قرار پایا اور انفرادی ملکیت سے اجتماعی ملکیت میں ضم ہو گئے جس پر آج تک پوری امت کا اجماع ہے۔

۳۔ حکومتِ وقت کی غیر آباد زمینوں کی آبادکاری سے ممانعت:

اگر حکومت وقت غیر آباد علاقوں کی آبادکاری سے روک دے اور یہ حکم صادر کر دے کہ کوئی بھی فرد حکومتی اجازت کے بغیر کوئی غیر مملوکہ وغیر آباد زمین کو آباد نہیں کر سکتا تو حکومت وقت کو یہ حق حاصل ہے بلکہ دورِ حاضر کے لیے تو بہت ہی مناسب ہے تاکہ آبادکاری بذاتِ خود جنگ و قتال کا سبب نہ بن جائے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کے ہاں آبادکاری کے لیے حاکم وقت کی اجازت لازمی شرط ہے[75]۔ اور کئی ایک ممالک نے ایسی قرار دادیں پارلیمنٹ سے پاس کرا رکھی ہیں کہ کوئی فرد حکومتِ وقت کی اجازت کے بغیر آبادکاری کا حق نہیں رکھتا۔ مصری قانون میں آرٹیکل 874 یوں ہے:

الأراضي غير المزروعة التي لا مالك لها تكون ملكا للدولة ولا يجوز تملك هذه الأراضي أو وضع اليد عليها إلا بترخيص من الدولة[76]

ایسی غیر آباد زمینیں جن کا کوئی مالک نہیں ہے حکومت کی ملکیت ہیں اور کسی فرد کو اجازت نہیں کہ ان زمینوں کا مالک ہو یا ان پر قبضہ کرے تاوقتیکہ حکومت سے اجازت حاصل کر لے

ارضِ موات اور بے آباد اراضی کو کاشتکاری کے لیے دینا:

اسلامی ریاست میں ارض موات یعنی مردہ زمینوں کو کسی ٹیکس کے عوض کسی شہری کو عارضی طور پر عطا کر دی جائیں تاکہ اس سے آمدن ہوتی رہے۔ نبی کریم ﷺ نے بہت سارے صحابہ کو ایسی اراضی عطا کیں تھیں۔

موجودہ دور میں حکمرانوں کی طرف سے اراضی اور جاگیر دینے سے متعلق سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک بنیادی اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکریم ﷺ صحابہ کرام کو "عادی" زمین ہی عطا کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت طاؤس کی روایتِ ذیل سے واضح ہو رہا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «عادي الأرض لله ولرسوله، ثم هي لكم»[77]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قدیم اور غیر آباد زمینیں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں بعد ازاں وہ تمہارے لیے ہیں

امام ابن زنجویہؒ اور امام ابن آدمؒ کی بیان کردہ روایت کے یہ الفاظ ہیں:

ومن أحيا شيئا من موات الأرض فله رقبتها[78]

اور جس نے مردہ زمین کو آباد کیا تو وہ رقبہ اُسی کا ہوگا

یہ روایت وضاحت کر رہی ہے کہ کون سی زمینیں نبی کریم ﷺ عطا کیا کرتے تھے اور کون سی زمینیں عطا نہیں کیا کرتے تھے۔ عربی زبان میں "عادی" کے لفظ کا اطلاق ہر اس زمین پر ہوتا جو زمانہ ماضی میں کبھی بھی آباد رہی ہو، پھر وہاں کی آبادی ختم ہو چکی ہو اور وہاں

کوئی آدم زاد باقی نہ ہو اور اس زمین کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار امام کو ہو جائے۔ یہ لفظ ہر ایسی زمین پر بھی مشتمل ہے جسے کسی نے آباد نہ کیا ہو اور نہ وہ کسی مسلمان کی ملکیت میں ہو نہ معاہد کی۔ امام ابو عبیدؒ نے "عادی" کی تعریف اِن الفاظ میں کی ہے:

والعادي كل أرض كان لها ساكن في آباد الدهر، فانقرضوا فلم يبق منهم أنيس، فصار حكمها إلى الإمام، وكذلك كل أرض موات لم يحيها أحد، ولم يملكها مسلم ولا معاهد[79]

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو خط لکھا، اُس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ "عادی" زمین ہی صحابہ کرام کو دیتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

إن لم تكن أرض جزية ولا أرضا يجري إليها ماء جزية، فأقطعها إياه[80]

اگر یہ جزیہ کی زمین یا ایسی زمین جس تک پانی نہ پہنچتا ہو تو ایسی زمین اس کی جاگیر میں دے دو

حضرت عمرؓ کا قول توضیح کر رہا ہے کہ کون سی زمین جاگیر میں دی جائے گی، جس کا کوئی مالک نہ ہو یا جو غیر آباد ہو۔ جب زمین کی حالت ایسی ہو تو پھر زمین کا فیصلہ امام کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: "لنا رقاب الأرض"[81] "زمین اصلا ہماری ملکیت ہے" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دی گئی اراضی کا تجزیہ کریں تو کسی صحابی کو بھی آپ ﷺ نے کارآمد زمین نہیں دی۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت تمیم داریؓ کو آپؐ نے جو گاؤں عطا کیے تھے تو وہ زمینیں آباد تھیں اور ان کے مالک بھی تھے، تو یہ حضور ﷺ کی طرف سے انھیں بطور نفل عطا ہوئے تھے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ملک شام فتح بھی نہیں ہوا تھا اور مسلمان اس علاقہ کے مالک نہیں بنے تھے۔ گویا آپؐ نے اس شرط پر کہ یہ علاقے فتح ہو جائیں، اہل حرب کے مال میں سے انھیں پیشگی ہی بطور نفل بخش دیے۔ جیسے آپ ﷺ نے حاکم حیرہ بُقیلہ کی بیٹی کو شیبانی کی درخواست پر اسے بخش دیا تھا اور حیرہ فتح ہونے سے قبل ہی وہ اس کے لیے مخصوص کر دی تھی، چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس علاقہ کو فتح کرنے کے بعد آپؐ کے اس وعدہ کو پورا کر دیا۔ حضرت تمیم داریؓ کو بطور نفل دیے گئے گاؤں کا وعدہ حضرت عمرؓ نے پورا کیا۔ حمید بن ہلال روایت کرتے ہیں کہ بنی شیبان کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کہا: حیرہ کے حاکمِ اعلیٰ بُقیلہ کی بیٹی آپؐ میرے نام لکھ دیجیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يا فلان أترجو أن يفتحها الله لنا؟» فقال: والذي بعثك بالحق ليفتحنها الله لنا، قال: فكتب له بها في أديم أحمر فقال: فغزاهم خالد بن الوليد بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، وخرج معه ذلك الشيباني، قال: فصالح أهل الحيرة، ولم يقاتلوا، فجاء الشيباني بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى خالد، فلما أخذه قبله، ثم قال: دونكها[82]

کیا تمھیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے یہ علاقہ فتح کرادے گا؟" اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اللہ ہمیں یہ علاقہ ضرور فتح کرائے گا۔ چنانچہ آپؐ نے سرخ چمڑے پر اس کی فرمائش پوری کر دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خالد بن ولید نے اس علاقہ پر حملہ کیا اور شیبانی شخص بھی اُن کے لشکر کے ساتھ نکلا، اہل حیرہ نے بغیر لڑے صلح کر لی، یہ شیبانی رسول اکرم ﷺ کی دستاویز لے کر خالد بن ولید کے پاس آیا۔ جب خالد

بن ولید نے وہ دستاویز لی تو اسے بوسہ دیا، پھر کہا: تم اسے لے لو۔۔۔ چنانچہ بعد میں قوم والوں کو انھوں نے ہزار درہم میں فروخت کردیا

شیخ البانیؒ نے "السلسلۃ الصحیحہ" میں اختصار سے یہ روایت نقل کی ہے:

عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حیرہ کتوں کی کچلی (نوکیلے دانتوں کی) کی طرح دکھایا گیا اور عنقریب تم اسے فتح کروگے۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بُقیلہ کی بیٹی عطا کردیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ تمہارے لئے ہے۔ (چنانچہ اُس کی فتح ہونے پر) لوگوں نے اسے بُقیلہ کی بیٹی دے دی، اس کا باپ آیا اور کہنے لگا: کیا تم اسے بیچوگے؟ اس نے کہا: ہاں، کہنے لگا: کتنے میں؟ جتنا چاہو بول دو۔ اس نے کہا: ایک ہزار درہم کے بدلے۔ اس نے کہا: میں نے لے لی۔ اس سے کہا گیا: اگر تم اسے تیس ہزار درہم بھی بولتے تو یہ تمہیں دے دیتا۔ وہ کہنے لگا: کیا ہزار سے اوپر بھی گنتی ہوتی ہے؟[83]

سیرت طیبہ ﷺ سے یہی پتہ چلتا ہے کہ صلحی قوم آزاد قرار پاتی تھیں، انھیں غلام نہیں بنایا جاتا تھا، تو حیرہ میں سے صرف ایک لڑکی کو غلام بنالینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ گویا نبی کریم ﷺ کا شیبانی شخص کے لیے یہ خاص حکم ہے جو انھیں بطور نفل کے لڑکی عطا فرمائی تھی۔ امام ابو عبیدؒ اس روایت کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس شیبانی کو یہ عورت پیشگی نفل (انعام) کے طور پر بخشی گئی ہوگی اور اس وقت کوئی ایسی شکل نہ تھی کہ اس حکم کو واپس لیا جاتا، لہٰذا حضرت خالدؓ نے اسے نافذ کردیا، اگر یہ خصوصی صورت پیدا نہ ہوجاتی تو اس کی گرفتاری اور فروخت جائز نہ ہوتی۔ اس کے لیے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اس عورت کے سوا حیرہ میں سے کسی کو غلام نہ بنایا گیا[84]

یہی حکم اس زمین کا ہوگا جو رومیوں کے قبضہ میں تھی اور نبی کریم ﷺ نے فتح ہونے سے پہلے ہی وہ حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ کے نام لکھ دی، یہ بھی حضرت تمیم کے گاؤں سے پوری طرح مشابہت رکھتا ہے۔ رہا مسئلہ عقیق نامی جاگیر کا جو آپؐ نے بلال بن حارثؓ کو دی اور وہ مدینہ میں ہے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت تو اس میں یہی رہی کہ قبول اسلام کے بعد ان لوگوں کی سابقہ ملکیت کا خیال رکھا جاتا تھا، تو پھر مدینہ منورہ کی اراضی بلال بن حارث کو عطا کرنے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟۔ اس کی ایک وضاحت تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہوتی ہے:

عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينة جعلوا له كل أرض لا يبلغها الماء يصنع بها ما يشاء[85]

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہاں کے باشندوں نے تمام وہ اراضی جن تک پانی نہیں پہنچتا تھا، آپ کے حوالے کردیں کہ آپ اپنی مرضی سے انھیں کام میں لائیں

امام ابو عبیدؒ فرماتے ہیں: ہمارا خیال ہے کہ بلال کو عطا کردہ عقیق کا علاقہ اسی قبیل سے ہے اور وہ آپ ﷺ نے جاگیر میں انھیں عطا کردیا تھا۔ ایک اور قول بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

لأن العقيق من أرض مزينة، ولم يكن لأهل المدينة قط[86]

یعنی عقیق کی اراضی مزینہ کے علاقہ میں تھی، مدینہ کا علاقہ کبھی بھی نہیں رہا

رہا یمامہ کی زمین کا معاملہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرات بن حیان کو کو بطور جاگیر عطا کی تھی تو اس کا معاملہ جداگانہ لگتا ہے۔فرات بن حیان اشراف میں سے تھے، آپؐ نے تالیف قلب کے طور پر جاگیر بخشی ہوگی، جیسے آپ نے وفد یمامہ میں سے مجاعہ کو عطا کی تھا۔ یمامہ آپؐ کے زمانہ میں ہی اسلامی علاقہ تھا اور بنی حنیفہ کا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وفد میں مجاعہ بن مرارہ بھی تھے، جنھیں آپ ﷺ نے جاگیر عطا کی۔ابوبکر نے مجاعہ کو خِضرامہ کا علاقہ اور عمر نے رَیاء کا علاقہ جاگیر میں دیا۔

جہاں تک حضرت زبیرؓ کی اس زمین کا تعلق ہے جو انھیں رسول اللہ ﷺ نے بطور جاگیر دی اور جس میں کھجور اور دیگر چیزوں کے درخت تھے۔ہمارے خیال میں یہ زمین نبی کریم ﷺ نے حضرت سلیطؓ کو غیر آباد شکل میں دی تھی، انھوں نے اسے آباد کرکے کاشت کے قابل بنایا اور پھر وہ اس لیے اس دستبردار ہوگئے کہ نبی کریم ﷺ کی صحبت سے محروم رہ جاتے ہیں، پھر وہ زمین آپؐ نے حضرت زبیر کو دے دی تھی۔اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس میں سے یہ زمین دی ہو جو آپؐ کو خیبر سے ملی تھی اور آپؐ نے اپنے حصہ میں سے دے دی ہو۔اگر حضرت زبیر والی زمین ایسی زمینوں میں سے تھی تو وہ آپؐ کی ملکیت تھی اور آپؐ مختار تھے، جسے چاہتے عطا کرتے۔

مآرب کے علاقہ، جہاں نمک کی کان تھی، وہ آپؐ نے ابیض کو غیر آباد سمجھ کر دی۔جب معلوم ہوا کہ وہاں تو نمک کی کان کا خزانہ ہے جو چشموں اور کنوؤں کی طرح بڑا قیمتی ہے تو آپؐ نے ابیض سے وہ علاقہ واپس لے لیا۔

نبی کریم ﷺ نے آباد زمین یا کسی کی ملکیتی زمین کسی کو عطا نہیں کی اور نہ ہی ایسی زمین عطا کی جس میں مفاد عامہ ہو، بلکہ حضرت ابیض کو نمک کی کان عطا کرنے کے بعد جب اُس کے بارے معلوم ہوا تو آپؐ نے اُن سے واپس لے لی۔امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

ریاست کی خاص زمینیں، ایسی زمین جو کسی کے قبضہ میں نہ ہو اور نہ اس کا کوئی مالک ہو، ایسی زمین کے بارے میں امام عادل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی کو انعام دے، جن لوگوں نے اسلام کی کوئی قابل لحاظ خدمت انجام دی ہو ان کو کچھ بطور عطیہ دے۔ کسی مسلمان یا کسی معاہد کی زمین چھین کر کسی کو جاگیر دینا امام کے لیے جائز نہیں ہے۔[87]

کتبِ اموال کے مطالعہ واستفادہ سے یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء نے ایسے لوگوں کو جاگیریں عطا فرمائیں جنھوں نے اسلام کی کوئی نمایاں خدمات انجام دی تھیں یا دشمن کی سرکوبی کا ذریعہ تھے اور ان حضرات کے لیے بہترین طریقہ یہی تھا۔یہ اراضی بے آباد تھیں اور کسی مسلمان یا کسی معاہد کی زمین کو چھین کر کسی کو جاگیر نہیں دی گئی تھی۔

@ 2021 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution CC-BY http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/

1۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح بخاری**(دار طوق النجاۃ،1422ھ)، رقم:2453؛ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**(بیروت: دار المعرفۃ،1418ھ)،74.

Muḥammad Bin Isma'īl Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī (Dār ṭaūq Al-Najāt, 1422), 2453; Abū Yūsuf Y'aqūb Bin Ibrāhīm, Kitāb Al-Khirāj (Beīrūt: Dār Al-M'arifa, 1418AH), 74.

2۔ ابو یوسف، **الخراج**،74.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 74.

3۔ ابو یوسف، **الخراج**،74.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 74.

4۔ احمد بن محمد ابن حجر، **الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ**(بیروت: دار الکتب العلمیہ،1415ھ)،488/1.

Aḥmad Bin Muḥammad Ibn Ḥajar, Al-Iṣāba Fī Tamyīz Al-Ṣiḥāba (Beīrūt: Dar Al-Kutab Al-Ilmiya, 1415), 1:488.

5۔ ابو عبید قاسم بن سلام، **کتاب الاموال**(بیروت: دار الفکر، س۔ن.)،349/1، رقم:682.

Abū Ubaīd Qāsim Bin Salām, Kitāb Al-Amwāl (Beīrūt: Dar Al-Fikar, n.d.), 1:349, No: 682.

6۔ حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ،130.

Ḥamīdullāḥ, Majmū'a Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 130.

7۔ حمید بن مخلد ابن زنجویہ، **کتاب الاموال**(الریاض: مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الإسلامیۃ،1406ھ)،614/2، رقم:1016.

Ḥamīd Bin Makhlad Ibn Zanjawaīh, Kitāb Al-Amwāl (Al-Riyaḍ: Markaz Al Malik Faīṣal Lilbuḥūth Wal-Dirāsāt Al-Islāmiyya, 1406AH), 2:614, No: 1016.

8۔ ابو یوسف، **الخراج**، ص:234.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 234.

9۔ ابو عبید، **الاموال**،349/1، رقم:683.

Abū Ubaīd, Kitāb Al-Amwāl, 1:349, No: 683.

10۔ محمد بن یوسف الصالحی، **سبل الہدیٰ والرشاد**(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1993م)،39/9.

Muḥammad Bin Yūsuf Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā Warrishād (Beīrūt: Dar Al-Kutab Al-Ilmiya, 1993), 9:39.

11۔ حمید اللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیۃ،134.

Ḥamīdullāḥ, Majmū'a Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 134.

12۔ ابن زنجویہ، **الاموال**،614/2، رقم:1012؛ابو عبید، **الاموال**،348/1، رقم:679؛احمد بن یحیٰ البلاذری، **فتوح البلدان**(بیروت: دار ومکتبۃ الھلال،1412ھ)،23؛حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**،270.

Ibn Zanjawaīh, Kitāb Al-Amwāl, 2:614, No: 1012; Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 1:348, No: 679; Aḥmad Bin Yaḥyā Al-Baladharī, Futūḥ Al-Buldān (Beīrūt: Dār Maktaba Al-Hilāl, 1412 AH), 23; Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 270.

13۔ابن زنجویہ، **الاموال**، 741/2، رقم: 1265؛ الصالحی، **سبل الہدیٰ**، 36/9.

Ibn Zanjawaīh, Kitāb Al-Amwāl, 2:741, No: 1265; Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:36.

14۔ابو عبید، **الاموال**، 423، رقم: 864؛ ابن زنجویہ، **الاموال**، 740/2، رقم: 1264؛ احمد بن علی المقریزی، **امتاع الاسماع** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999م)، 358/9؛ حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**، 269.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 423, No: 864; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:740, No: 1264; Aḥmad Bin Alī Al-Maqrezī, Imtāʿ Al-Asmāʿ(Beīrūt: Dār Al-Kutab Al-ʿilmiyya, 1999), 9:358; Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 269.

15۔حمید اللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیۃ، 270.

Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 270.

16۔الصالحی، **سبل الھدیٰ**، 36/9.

Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:36.

17۔یحیٰ بن آدم القرشی، **الخراج** (م۔ن: المطبعۃ السلفیۃ، 1384ھ)، 89، رقم: 294.

Yaḥyā Bin ādam Al-Qarshī, Al-Khirāj (Al-Maṭbʿa Al-Salafiyya, 1384 AH), 89, No: 294.

18۔ابو عبید، **الاموال**، 356، رقم: 694؛ بلاذری، **فتوح البلدان**، ص: 98؛ حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**، 158.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 1:356, No: 694; Al-Baladharī, Futūḥ Al-Buldān, 98; Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 158.

19۔ابن زنجویہ، **الاموال**، 619/2، رقم: 1020.

Ibn Zanjawaīh, Kitāb Al-Amwāl, 2:619, No: 1020.

20۔الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، 37/9.

Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:37.

21۔حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**، 157.

Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 157.

22۔ابن حجر، **الاصابہ فی تمیز الصحابہ**، 7716/6.

Ibn Ḥajar, Al-Iṣāba Fī Tamyīz Al-Ṣiḥāba, 6:7716.

23۔ابو عبید، **الاموال**، 348/1، رقم: 680؛ **ابن زنجویہ**، الاموال، 614/2، رقم: 1014؛ بلاذری، **فتوح البلدان**، ص: 99؛ حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**، 14.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 1:348, No: 680; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:614, No: 1014; Al-Baladharī, Futūḥ Al-Buldān, 99; Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 14.

24۔ابوداؤد سلیمان بن الاشعث، **سنن ابوداؤد** (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، س۔ن)، رقم: 2652.

Abū Dā'ūd Sulaīmān Bin Al-Ashʿath, Sunan Abū Da'ūd (Beīrūt: Al-Maktaba Al-Aṣriyya, n.d.), No: 2652.

[25]۔ابن زنجویہ،**الاموال**،621/2،رقم:1021؛ابوداؤد،**سنن ابوداوٗد**،رقم:1629؛الصالحی،**سبل الہدیٰ**،391/11.

Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:621, No: 1021; Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, No: 1629; Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 11:391.

[26]۔البخاری، **صحیح بخاری**،رقم:4336.

Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī, No: 4336.

[27]۔البخاری، **صحیح بخاری**،رقم:4351؛رقم:7432.

Al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ Al-Bukhārī, No: 4351; 7432.

[28]۔ابویوسف،**الخراج**،ص:73؛حمیداللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیہ**،ص:17.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 73; Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 17.

[29]۔ابوعبید،**الاموال**،347،رقم:678؛ابن زنجویہ،**الاموال**،614/2،رقم:1011؛حمیداللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیہ**،17.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 347, No: 678; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:614, No: 1011; Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 17.

[30]۔ابوعبید،**الاموال**،347،رقم:677؛ابن زنجویہ،**الاموال**،607/2،رقم:1009.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 347, No: 677; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:607, No: 1009.

[31]۔حمیداللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیہ،16.

Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 16.

[32]۔الصالحی، **سبل الہدیٰ والرشاد**،36/9.

Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:36.

[33]۔ابوعبید،**الاموال**،349،رقم:681؛ابن زنجویہ،**الاموال**،614/2،رقم:1015؛الصالحی، **سبل الہدیٰ والرشاد**،39/9.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 349, No: 681; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:614, No: 1015; Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:39.

[34]۔ابن زنجویہ،**الاموال**،614/2،رقم:1018.

Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:614, No: 1018.

[35]۔بلاذری، **فتوح البلدان**، ص:80؛الصالحی، **سبل الہدیٰ والرشاد**،35/9؛محمد بن عیسی الترمذی، **سنن الترمذی**(بیروت: دار الغرب الاسلامی،1998م)،رقم:1381.

Al-Baladharī, Futūḥ Al-Buldān, 80; Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:35; Muḥammad Bin ʿīsā Al-Tirmadhī, Sunan Al-Tirmadhī (Beīrūt: Dār Al-Gharab Al-Islāmī,1998), No:1381.

[36]۔اسماعیل بن عمر ابن کثیر،**السیرۃ النبویۃ**(بیروت: دار المعرفۃ،1976م)،154/4.

Ismāʿīl Bin Umar Ibn Kathīr, Al-Sīra Al-Nabawiyya (Beīrūt: Dār Al-Maʿrifa, 1976), 4:154.

[37]۔حمیداللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیہ،247.

Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 247.

38۔ابن زنجویہ، **الاموال**، 614/2، رقم:1019؛ابن کثیر، **السیرۃ النبویۃ**، 154/4.

Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:614, No: 1019; Ibn Kathīr, Al-Sīra Al-Nabawiyya, 4:154.

39۔ابو عبید، **الاموال**، 350، رقم:685؛ محمد بن سعد، **الطبقات الکبریٰ**(الریاض، دار الکتب العلمیہ، س۔ن)، 57/6؛الترمذی، **سنن ترمذی**، رقم:1380؛المقریزی، **امتاع الاسماع**، 360/9؛الصالحی، **سبل الہدیٰ والرشاد**، 38/9.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 350, No: 685; Muḥammad Bin Sʿad, Al-Ṭabaqāt Al-Kubrā (Al-Riyaḍ: Dār Al-Kutub Al-ʿilmiyya, n.d.), 6:57; Al-Tirmadhī, Sunan Al-Tirmadhī, No: 1380; Al-Maqrezī, Imtāʿ Al-Asmāʿ, 9:360; Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:38.

40۔ابن زنجویہ، **الاموال**، 614/2، رقم:1017؛ **سنن ابو داؤد**، رقم:3064.

Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:614, No: 1017; Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, No: 3064.

41۔ محمد بن یزید ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**(لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2007ء)، رقم:2475.

Muḥammad Bin Yazīd Ibn Māja, Sunan Ibn Mājah (Lahore: Maktabah Rahmāniya, 2007), No: 2575.

42۔ علی بن عمر الدار قطنی، **سنن الدار قطنی**(بیروت: المکتبۃ العصریۃ، 2008م)، 519/2؛حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**، ص:14.

Alī Bin Umar Al-Dār Qutnī, Sunan Al-Dār Qutnī (Beīrūt: Al-Maktab Al-Aṣariyya, 2008), 2:519; Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 14.

43۔ابو داؤد، **سنن ابو داؤد**، رقم:3028.

Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, No: 3028.

44۔الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، 36/9.

Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:36.

45۔حمید اللہ، **سیاسی وثیقہ جات**(لاہور: مجلس ترقی ادب، س۔ن)، 147.

Ḥamīdullāḥ, Siyāsī Wathīqa Jāt (Lahore: Majlis taraqqi Adab, n.d.), 147.

46۔ محمد بن عبد الباقی الزرقانی، **شرح الزرقانی**(دار الکتب العلمیہ، 1996م)، 171/4؛عبد الرحمٰن بن عبد اللہ السہیلی، **الروض الانف**(بیروت: الکتب العلمیہ، س۔ن)، 348/2.

Muḥammad Bin Abdul Bāqī Al-Zarqānī, Sharah Al-Zarqānī (Dār Al-Kutub al-ʿilmiya,1996), 4:171; Abdul Raḥmān Bin Abdullāh Al-Suheīlī, Al-Raūḍ Al-Anaf (Beīrūt:Al-Kutub Al-ʿilmiyya,n.d.), 2:348.

47۔ابو یوسف، **الخراج**، 74.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 74.

48۔حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**، 14تا18.

Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 14-18

49۔ابو عبید، **الاموال**، 350/1، رقم:685؛ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 57/6؛الترمذی، **سنن ترمذی**، رقم:1380؛المقریزی، **امتاع الاسماع**،

360/9؛الصالحہ، **سبل الہدیٰ والرشاد**،38/9.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 350, No: 685; Ibn Sʿad, Al-Ṭabaqāt Al-Kubrā, 6:57; Al-Tirmadhī, Sunan Al-Tirmadhī, No: 1380; Al-Maqrezī, Imtāʿ Al-Asmāʿ, 9:360; Al-Ṣālḥī, Subul Al-Ḥudā, 9:38.

50۔ابو عبید، **الاموال**،374، رقم:737؛ابوداؤد، **سنن ابوداؤد**، رقم:1669؛سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الکبیر** (مصر: مکتبۃ ابن تیمیہ، الثانی، س۔ن)،206/24، رقم:528.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 374, No: 737; Abū Dā'ūd, Sunan Abū Da'ūd, No:1 669; Suleīmān Bin Aḥmad Al-Tabrānī, Al-Muʿjam Al-Kabīr (Egypt: Maktaba Ibn Teīmiyya, n.d.), 24:206, No:528.

51۔ابن زنجویہ، **الاموال**،660/2، رقم:1098؛الصالحہ، **سبل الہدیٰ**،281/9.

Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl,2:660,No:1098; Al-Ṣālḥī,Subul Al-Ḥudā,9:281.

52۔ابن آدم، **الخراج**،104، رقم:337؛البخاری، **صحیح بخاری**، رقم:2708.

Ibn Ādam, Al-Khirāj, 104, No: 337; Al-Bukhārī, Saḥiḥ Bukhārī, No: 2708.

53۔ابن آدم، **الخراج**،96، رقم:312؛ابوداؤد، **سنن ابوداؤد**، رقم:3638؛البلاذری، **فتوح البلدان**،20.

Ibn Ādam, Al-Khirāj, 96, No: 312; Sunan Abū Dāūd, No: 3638; Al-Baladharī, Futūḥ Al-Buldān, 20.

54۔ابن آدم، **الخراج**،96، رقم:311؛عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، **المصنف** (الریاض: مکتبۃ الرشد 1409ھ)،09/6، رقم:29057.

Ibn Ādam, Al-Khirāj, 96, No: 311; Abdullāh Bin Muḥammad Ibn Abī Sheība, Al-Muṣannaf (Al-Riyaḍ: Maktaba Al-Rushad, 1409 AH), 6:09, No: 29057.

55۔ابو یوسف، **الخراج**،98.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 98.

56۔ مصطفیٰ احمد الزرقا، **المدخل الی نظریۃ الالتزام** (دمشق: دار القاسم، 2013م)،266.

Muṣṭafā Aḥmad Al-Zarqā, Al-Madkhal Ilā Naẓriyatil Iltizām (Damascus: Dār Al-Qāsim, 2013), 266.

57۔ **محمد قدری**، **مرشد الحیران** (الریاض: دار السلام، س۔ن)،7.

Muḥammad Qadrī, Murshid Al-Heīrān (Al-Riyaḍ: Dār Al-Salām, n.d.), 7.

58۔الزرقا، المدخل الی نظریۃ الالتزام، 267.

Al-Zarqā, Al-Madkhal Ilā Naẓriyatil Iltizām, 267.

59۔ابو یوسف، **الخراج**،69؛ابن آدم، **الخراج**،105؛ابو عبید، **الاموال**،358؛ابن زنجویہ، **الاموال**،629.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 69; Ibn Ādam, Al-Khirāj, 105; Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 358; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 629.

60۔عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، **المصنف** (بیروت: المکتبۃ الاسلامی، 1983م)،310/2.

Abdul Razzāq Bin Hammām Al-San`ānī, Al-Muṣannaf (Beīrūt: Al-Maktab Al-Islāmī, 1983), 2:310.

61۔ ابو عبید، **الاموال**، 21.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 21.

62۔ علی بن ابی الکرم ابن الاثیر، **الکامل فی التاریخ** (بیروت: دار صادر، 1966ء)، 2/294.

Alī Bin Abi Al-Karam Ibn Al-Athīr, Al Kāmil fī Al-Tārīkh (Beīrūt: Dār Ṣādar, 1966), 2:294.

63۔ ابن آدم، **الخراج**، 39؛ البلاذری، **فتوح البلدان**، 40.

Ibn Ādam, Al-Khirāj, 39; Al-Baladharī, Futūḥ Al-Buldān, 40.

64۔ ابو یوسف، **الخراج**، 35.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 35.

65۔ محمد بن جریر الطبری، **تاریخ الامم والملوک** (بیروت: دار ابن کثیر، 1418ھ)، 3/88.

Muḥammad Bin Jarīr Al-Ṭabarī, Tārīkh Al-Umam walmulūk (Beīrūt: Dār Ibn Kathīr, 1418AH), 3:88.

66۔ ابن ابی شیبہ، **المصنف**، 12/339.

Ibn Abī Sheība, Al-Muṣannaf, 12:339.

67۔ ابو یوسف، **الخراج**، 35.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 35.

68۔ محمد بن ادریس الشافعی، **الام** (الریاض: مکتبۃ المعارف، 1992م)، 2/279.

Muḥammad Bin Idrīs Al-Shāfʿī, Al-Umm (Al-Riyaḍ: Maktaba Al-Maʿārif, 1992), 2:279.

69۔ ابو عبید، **الاموال**، 63.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 63.

70۔ علی بن احمد ابن حزم، **المحلی** (بیروت: دار الفکر، س۔ن)، 7/561.

Alī Bin Aḥmad Ibn Ḥazam, Almaḥallā (Beīrūt: Dār Al-Fikar, n.d.), 7:561.

71۔ یحییٰ بن شرف الدین النووی، **روضۃ الطالبین** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1992م)، 1/275.

Yaḥyā Bin Sharaf Al-Dīn Al-Nawawī, Raūḍa Al-Ṭālibīn (Beīrūt: Dār Al-Kutub Al-ʿilmiyya, 1992), 1:275.

72۔ احمد بن الحسین البیہقی، **السنن الکبری** (حلب: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، 1986م)، 6/135.

Aḥmad Bin Al Ḥusaīn Al Beīhaqī, Al Sunan (Aleppo: Maktab Al-Maṭbūʿāt al Islāmiya, 1986), 6:135.

73۔ ابن اثیر، **الکامل فی التاریخ**، 2/294.

Ibn Al-Athīr, Al Kāmil fī Al-Tārīkh, 2:294.

74۔ محمد بن اسحاق الفاکہی، **اخبار مکہ** (بیروت: دار خضر، س۔ن)، 2/68.

Muḥammad Bin Isḥāq Al Fākhī, Akhbār Makkah (Beīrūt: Dār Khiḍar, n.d.), 2:68.

[75]۔ ابو یوسف، **الخراج**، 64.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 64.

[76]۔ الزرقا، **المدخل الی نظریۃ الالتزام**، 270.

Al-Zarqā, Al-Madkhal Ilā Naẓriyatil Iltizām, 270.

[77]۔ ابو عبید، **الاموال**، 347، رقم: 676؛ الزرقانی، **شرح الزرقانی**، 185/7.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 347, No: 676; Al-Zarqānī, Sharah Al-Zarqānī, 7:185.

[78]۔ ابن زنجویہ، **الاموال**، 607/2، رقم: 1008؛ ابن آدم، **الخراج**، 81، رقم: 269.

Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:607, No: 1008; Ibn Ādam, Al-Khirāj, 81, No: 269.

[79]۔ ابو عبید، **الاموال**، 354.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 354.

[80]۔ ابو عبید، **الاموال**، 354؛ ابن زنجویہ، **الاموال**، 624/2؛ حمید اللہ، **مجموعہ الوثائق السیاسیۃ**، 449.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 354; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:624; Ḥamīdullāḥ, Majmūʿa Al-Wathāiq Al-Siyāsiyyā, 449.

[81]۔ ابو عبید، **الاموال**، 354؛ ابن زنجویہ، **الاموال**، 627/2.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 354; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl,2:627.

[82]۔ ابو عبید، **الاموال**، 237، رقم: 488؛ ابن زنجویہ، **الاموال**، 437/2، رقم: 710.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 237, No: 488; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:437, No: 710.

[83]۔ محمد ناصر الدین الالبانی، **سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ** (الریاض: مکتبۃ المعارف، س۔ن)، رقم: 2137.

Muḥammad Nāṣir al Dīn Al-Albānī, Silsal Al Aḥādīth Al Saḥiḥah (Al-Riyaḍ: Maktaba Al Maʿārif, n.d.), No: 2137.

[84]۔ ابو عبید، **الاموال**، 237.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 237.

[85]۔ ابو عبید، **الاموال**، 357، رقم: 695؛ ابن زنجویہ، **الاموال**، 629/2، رقم: 1035.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 357, No: 695; Ibn Zanjawaīh, Al-Amwāl, 2:629, No: 1035.

[86]۔ ابو عبید، **الاموال**، 358.

Abū Ubaīd, Al-Amwāl, 358.

[87]۔ ابو یوسف، **الخراج**، 73.

Abū Yūsuf, Al-Khirāj, 73.